مشکوۃ المصابیح میں وارد منتخب غریب الحدیث کا ایک تحقیقی جائزہ

Selected Gharīb al-Ḥadīth in Mishkāt al-Maṣābīḥ: A Research Study

Ihsanullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Malakand, KP, Pakistan
Email. Ihsanallah913@gmail.com
Dr. Muhammad Abdul Haq
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Emil: mabdulhaq.pk@gmail.com
Dr. Ata Ur Rahman
Professor, Department of Islamic Studies University of Malakand
Email: atta@uom.edu.pk

Abstract

Gharib al-Hadith is an important branch of the sciences of Hadith that deals with the explanation and interpretation of uncommon, unfamiliar, or difficult words and expressions found in the sayings of the Prophet Muhammad ﷺ. As the meanings of certain words became less familiar over time and gradually disappeared from common usage, scholars felt the need to clarify their meanings to ensure a correct understanding of the Prophetic traditions.The primary objective of this discipline is to explain the difficult vocabulary occurring in Hadith literature so that the intended meanings of the traditions may be properly understood. This enables scholars, jurists, students of Hadith, and ordinary Muslims to derive religious guidance and legal rulings accurately and to avoid misunderstandings arising from obscure expressions.From the earliest period, Muslim scholars devoted special attention to this field and produced independent works on the subject. Among the most prominent scholars who contributed to it were Abu Ubayd al-Qasim ibn Sallam, Ibn Qutaybah al-Dinawari, Al-Khattabi, and Ibn al-Athir al-Jazari. Their scholarly efforts preserved the meanings of rare expressions and greatly facilitated a proper understanding of the Prophetic traditions.In summary, Gharib al-Hadith is the branch of Hadith studies that focuses on explaining difficult and unfamiliar words occurring in the traditions of the Prophet ﷺ, thereby enabling a sound understanding of the Sunnah and allowing Muslims to benefit more effectively from its teachings.

Keywords: Gharib al-Hadith, Hadith, unfamiliar words, Abu Ubayd al-Qasim ibn Sallam

غریب الحدیث، علومِ حدیث کی ایک اہم شاخ ہے، جس کا مقصد احادیثِ نبویہ ﷺ میں وارد ایسے الفاظ اور تعبیرات کی وضاحت کرنا ہے جو زمانے کے گزرنے، لہجوں کے اختلاف یا استعمال کی کمی کی وجہ سے عام لوگوں یا بعض اہلِ علم کے لیے مشکل اور غیر معروف ہو گئے ہوں۔ محدثینؒ نے اس فن کی تدوین اس لیے کی تاکہ احادیث کے صحیح مفہوم تک رسائی ممکن ہو اور کسی لفظ کے اشتباہ کی وجہ سے معنی میں غلطی واقع نہ ہو۔

لغوی تعریف: لفظ "غریب" مادہ "غرب" سے مشتق ہے، جس کے معنی دور، اجنبی اور غیر معروف کے ہیں۔ علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں: الغرب: البعد، والغريب: البعيد عن وطنه، وكل شيء ناء فهو غريب[1]۔ غربت کے معنی دوری کے ہیں، اور غریب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے دور ہو، اور ہر وہ چیز جو دور اور غیر معروف ہو، غریب کہلاتی ہے۔ امام ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں:

الغريب من الكلام إنما هو الغامض البعيد من الفهم[2]۔ کلام میں غریب اس لفظ کو کہتے ہیں جو پوشیدہ ہو اور جس کا سمجھنا دشوار ہو۔

اصطلاحی تعریف: امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابیؒ فرماتے ہیں: الغريب من الكلام إنما هو الغامض الخفي البعيد من الفهم، كالغريب من الناس إنما هو البعيد عن الوطن المنقطع عن الأهل[3]۔ کلام میں غریب سے مراد وہ لفظ ہے جو پوشیدہ، باریک اور فہم سے دور ہو، جیسے لوگوں میں غریب وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے وطن اور اہل و عیال سے دور ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: هو ما وقع في متن الحديث من لفظ غامض بعيد من الفهم لقلة استعماله[4]۔ غریب الحدیث اس علم کو کہتے ہیں جس میں حدیث کے متن میں وارد ایسے الفاظ کا بیان کیا جاتا ہے جو کم استعمال ہونے کی وجہ سے سمجھنے میں دشوار ہوں۔

غریب الحدیث کی اہمیت: غریب الحدیث کی اہمیت خود ائمہ حدیث کے اقوال سے واضح ہوتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

لا بد لطالب الحديث من معرفة غريب الحديث[5]۔ طالبِ حدیث کے لیے غریب الحدیث کا جاننا ناگزیر ہے۔ امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: تفسير الحديث نصف العلم[6]۔ حدیث کی تشریح اور اس کے الفاظ کی وضاحت نصف علم ہے۔

اسی بنا پر ائمہ محدثینؒ نے غریب الفاظ کی تشریح کو دین کی صحیح سمجھ کے لیے ضروری قرار دیا، کیونکہ بہت سے احکام اور مسائل کا مدار انہی الفاظ کے صحیح مفہوم پر ہے۔

غریب الحدیث کی غرض وغایت: غریب الحدیث کی بنیادی غرض احادیث نبویہ ﷺ کے مشکل الفاظ کی وضاحت اور ان کے صحیح معانی کو واضح کرنا ہے۔ امام ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: الغرض من هذا العلم شرح ما وقع في الحديث من الألفاظ الغامضة وبيان معانيها[7]۔ اس علم کا مقصد احادیث میں آنے والے مشکل اور غیر واضح الفاظ کی تشریح کرنا اور ان کے معانی کو بیان کرنا ہے۔

اس علم کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

1. احادیث کے صحیح مفہوم تک رسائی حاصل کرنا۔
2. الفاظ کے حقیقی اور مجازی استعمال میں تمیز کرنا۔
3. فقہی احکام کے استنباط میں سہولت فراہم کرنا۔
4. لغتِ عرب اور اسالیبِ عرب سے واقفیت پیدا کرنا۔
5. احادیث کے معانی میں غلط فہمی اور تحریف سے حفاظت کرنا۔

غریب الحدیث کی تدوین: غریب الحدیث پر مستقل تصنیف کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وأول من أفرد غريب الحديث بالتصنيف أبو عبيدة معمر بن المثنى[8]۔ غریب الحدیث پر مستقل کتاب لکھنے والے سب سے پہلے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ تھے۔ بعد میں اس فن میں متعدد جلیل القدر ائمہ نے خدمات انجام دیں، جن میں ابو عبید قاسم بن سلامؒ کی غریب الحدیث، امام خطابیؒ کی غریب الحدیث اور ابن الاثیرؒ کی النهاية في غريب الحديث والأثر کو بنیادی اور معتمد مصادر کا درجہ حاصل ہے۔

یوں غریب الحدیث، علومِ حدیث کی ایک نہایت اہم شاخ ہے، جس کے ذریعے احادیثِ نبویہ ﷺ کے دقیق معانی، لغوی اسرار اور فقہی دلالات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، اور یہی علم سنتِ نبویہ ﷺ کے صحیح فہم کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔ چونکہ یہ آرٹیکل مشکوۃ المصابیح کے متعلق ہے، لہذا مشکوۃ شریف کا تھوڑا سا تعارف پیش کرتے ہیں: مشکوۃ المصابیح علم حدیث کی ان عظیم اور مقبول کتابوں میں سے ہے جنہیں امت میں غیر معمولی قبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے مصنف امام ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزیؒ ہیں، جنہوں نے امام حسین بن مسعود البغویؒ کی کتاب مصابیح السنۃ کو بنیاد بنا کر اس میں اہم اضافے اور اصلاحات کے ذریعے ایک جامع اور مرتب مجموعہ حدیث تیار کیا۔

علامہ حاجی خلیفہؒ مشکوۃ المصابیح کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: مشكاة المصابيح في الاحاديث للشيخ الامام ولي الدين محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي[9]۔ مشکوۃ المصابیح احادیث نبویہ ﷺ پر مشتمل ایک کتاب ہے، جس کے مصنف شیخ امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی ہیں۔ اس کتاب کی اساس امام بغویؒ کی مصابیح السنۃ پر قائم ہے۔ اس بارے میں علامہ حاجی خلیفہؒ لکھتے ہیں:

بناه على مصابيح السنة للبغوي[10]۔ مصنف نے اس کتاب کی بنیاد امام بغویؒ کی مصابیح السنۃ پر رکھی۔

مشکوۃ المصابیح کا منہج: امام خطیب تبریزیؒ کا منہج یہ تھا کہ انہوں نے مصابیح السنۃ میں مذکور احادیث کے مصادر کی تعیین کی اور دیگر معتبر کتب حدیث سے مزید روایات کا اضافہ کیا۔ چنانچہ علامہ حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں: وزاد عليه من الصحاح وغيرها وبين مخرجي الاحاديث[11]۔

انہوں نے صحاح اور دیگر کتب سے احادیث کا اضافہ کیا اور ان کے مراجع کی وضاحت بھی کر دی۔

مشکوۃ المصابیح کے اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی عمدہ ترتیب اور حسن تبویب ہے۔ مصنفؒ نے احادیث کو کتابوں اور ابواب کے اعتبار سے مرتب کیا اور ہر باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا۔ اس بارے میں کشف الظنون میں مذکور ہے: وجعل لكل باب ثلاثة فصول[12]۔ مصنفؒ نے ہر باب کو تین فصلوں پر مشتمل بنایا۔

پہلی فصل میں زیادہ تر صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر مشہور کتب کی روایات ذکر کی گئیں، دوسری فصل میں سنن اور مسانید کی احادیث جمع کی گئیں، جبکہ تیسری فصل میں ان روایات کو شامل کیا گیا جو پہلی دو فصلوں میں مذکور نہ تھیں۔ اس ترتیب نے طلبہ اور اہل علم کے لیے مطالعہ حدیث کو نہایت سہل اور مفید بنا دیا۔

ملا علی قاریؒ مشکوۃ المصابیح کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هي كتاب عظيم الشان كثير الفوائد منتشر بين العلماء في سائر البلدان[13]۔ یہ بڑی شان والی، بے شمار فوائد کی حامل اور تمام ممالک کے علماء میں رائج کتاب ہے۔ اسی طرح وہ اس کے حسن ترتیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: رتبها احسن ترتيب ونظمها ابلغ تنظيم[14]۔ مصنفؒ نے اس کتاب کو بہترین ترتیب کے ساتھ مرتب کیا اور نہایت عمدہ انداز میں منظم کیا۔

علامہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے مشکوۃ المصابیح کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: كتاب جليل القدر كثير النفع مقبول عند الخاصة والعامة[15]۔ یہ عظیم المرتبت، کثیر الفوائد اور خواص و عوام دونوں کے نزدیک مقبول کتاب ہے۔

مشکوۃ المصابیح کا ایک اہم امتیاز یہ بھی ہے کہ مصنف ؒ نے احادیث کے مراجع کی صراحت کرکے سابقہ کتاب مصابیح السنۃ کی ایک بڑی کمی کو دور کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ کتاب اپنے اصل ماخذ سے زیادہ شہرت اور قبولیت حاصل کر گئی۔ علامہ عبد الحی لکھنوی ؒ لکھتے ہیں: صارت مشکاۃ المصابیح اشہر من اصلها وھو مصابیح السنۃ[16]۔ مشکوۃ المصابیح اپنے اصل یعنی مصابیح السنۃ سے زیادہ مشہور ہو گئی۔

مدارس اسلامیہ میں صدیوں سے یہ کتاب درس حدیث کے نصاب کا اہم حصہ چلی آرہی ہے اور اہل علم کے نزدیک اسے حدیث نبوی ﷺ کے بہترین مجموعوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کتاب سے چند نادر اور غریب الفاظ کی تحقیق پیش کی جاتی ہے:

"سلسلت" کی لغوی تحقیق : لفظ **سِلسِلَت** عربی مادہ **س ل س ل** سے ماخوذ ہے۔ اس مادے کے بنیادی معنی ہیں: نرمی، تسلسل، پیوستگی اور کسی چیز کا ایک کے بعد ایک جڑا ہونا۔ لسان العرب میں ہے: السلسلة: ما اتصل بعضُه ببعض من حديدٍ أو غيره، والجمع سلاسل [17]۔ سلسلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے اجزا آپس میں جڑے ہوں، خواہ وہ لوہے کے ہوں یا کسی اور چیز کے۔ تاج العروس میں آیا ہے: السلسلة تدل على التتابع والاتصال من غير انقطاع [18]۔ سلسلہ ایسے تسلسل اور اتصال پر دلالت کرتا ہے جس میں انقطاع نہ ہو۔ اسی طرح القاموس المحیط میں ہیں: السلسلة: كل ما كان متتابعاً متصلاً[19]۔ ہر وہ چیز جو لگاتار اور جڑی ہوئی ہو، اسے سلسلہ کہتے ہیں۔ اصطلاح میں لفظ سلسلت مختلف علوم میں مختلف مفاہیم رکھتا ہے، تاہم بنیادی تصور تسلسل اور اتصال ہی کا رہتا ہے۔

1۔ علمِ حدیث میں

علمِ حدیث میں سلسلت سے مراد راویوں کی وہ متصل کڑی ہے جس کے ذریعے حدیث نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اسے عموماً سلسلۃ الإسناد کہا جاتا ہے۔ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں: السلسلة هي اتصال الرواة بعضهم ببعض إلى رسول الله ﷺ[20]۔ سلسلہ راویوں کا وہ اتصال ہے جو رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔

2۔ عمومی و ادبی استعمال

عام اور ادبی زبان میں سلسلت کسی ترتیب، نظام یا واقعات کے باہم مربوط تسلسل کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے: سلسلۂ واقعات، سلسلۂ تعلیم، سلسلۂ نسب وغیرہ۔

لفظ الریّان کی لغوی تحقیق: لفظ الریّان عربی زبان میں مادہ (ر و ی) سے مشتق ہے۔ عربی میں رَوِيَ يَرْوَى رِيًّا کے معنی ہیں: سیر اب ہونا، پیاس کا بجھ جانا۔ اسی مادہ سے (الرَّيّ) سیر ابی اور (الرِّيّان) بہت زیادہ سیر اب بنا ہے۔

لسان العرب میں ابن منظورؒ لکھتے ہیں:والريان : الذي ارتوى بعدعطش،وقد روى يروى ريا،فهو ريان[21]۔یعنی ریّان اس شخص کو کہتے ہیں جو پیاس کے بعد سیر اب ہو جائے۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں:الريان: الممتلئ من الماء ،أو الشبعان من الري[22]۔یعنی ریّان وہ ہے جو پانی سے بھرپور اور خوب سیر اب ہو۔**تاج العروس** میں زبیدیؒ لکھتے ہیں:الريان فعلان من الري وهو نقيض العطشان[23]۔یعنی ریّان "فعْلان" کے وزن پر ہے اور یہ عطشان (پیاسا) کی ضد ہے۔ان لغوی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ **الریّان** میں سیر ابی، تازگی، سرسبزی اور پیاس کے ختم ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے، اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔

لفظ الریّان کی اصطلاحی تحقیق: اصطلاحِ شرع میں الریّان جنت کے ایک مخصوص دروازے کا نام ہے، جو صرف روزہ داروں کے لیے خاص کیا گیا ہے۔یہ اصطلاح صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے۔امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:**إن في الجنة بابا يقال له الريان،يدخل منه الصائمون يوم القيامة ،لايدخل منة أحد غيرهم**[24]۔یعنی جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریّان کہا جاتا ہے۔اس سے قیامت کے دن صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ ان کے سوا کوئی اور داخل نہ ہو گا۔اسی مفہوم کو امام مسلمؒ نے بھی روایت کیا ہے:من دخل من الريان شرب،ومن شرب لم يظمأ أبدا[25]۔جو ریّان کے دروازے سے داخل ہو گا وہ سیر اب کیا جائے گا اور پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

محدثینؒ نے اس دروازے کے نام کی علت یہ بیان کی ہے کہ روزہ دار دنیا میں اللہ کی رضا کے لیے بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے۔اس کے بدلے آخرت میں اسے کامل سیر ابی عطا کی جائے گی۔امام نوویؒ لکھتے ہیں:**سمي الريان لأنه خاص بالصائمين ، والجزاء من جنس العمل**[26]۔یعنی اس دروازے کو ریّان اس لیے کہا گیا ، کیونکہ یہ روزہ داروں کے ساتھ خاص ہے،اور بدلہ عمل کی جنس سے ہوتا ہے۔

لفظ خلوف کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق: لفظ خلوف عربی زبان میں ثلاثی مجرد مادہ خ ل ف سے ماخوذ ہے۔اس مادہ کے بنیادی معانی پیچھے ہونا، بعد میں آنا، بدل جانا، اور کسی چیز کا کسی دوسری چیز کے بعد واقع ہونا ہیں۔خلوف مصدر ہے، اور لغوی اعتبار سے اس سے مراد کسی حالت کا تبدیل ہو جانا یا کسی شے کا اپنے اصل وصف سے ہٹ جانا ہے۔علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں:الخلوف تغير رائحة الفم[27]۔اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں:الخلوف تغير ريح الفم من الصيام[28]۔ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ لغوی طور پر خلوف کسی بو کے بدل

جانے، خصوصا منہ کی بو کے تغیر کے لیے استعمال ہوتا ہے، چاہے وہ تبدیلی کسی سبب سے ہو۔ مرتضی زبیدیؒ لکھتے ہیں: الخلوف بالضم تغير رائحة الفم[29]۔

ان لغوی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خلوف کا اطلاق عام طور پر ایسی تبدیلی پر ہوتا ہے جو کسی کمی یا رک جانے کے نتیجے میں پیدا ہو، جیسے بھوک یا خالی پن۔

اصطلاحی تحقیق: اصطلاحی طور پر لفظ خلوف زیادہ تر حدیث اور فقہ میں استعمال ہوتا ہے، اور اس سے مراد روزہ دار کے منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں اس کا استعمال نہایت واضح طور پر ملتا ہے: لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك[30]۔ حدیث کے سیاق میں خلوف سے مراد وہی مخصوص بو ہے جو روزے کی حالت میں کھانے پینے کے ترک کرنے سے پیدا ہوتی ہے، اور شریعت میں اسے ناپسندیدہ نہیں بلکہ عند اللہ محبوب قرار دیا گیا ہے۔ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: الخلوف هو تغير رائحة الفم عند خلو المعدة من الطعام[31]۔ اسی طرح ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: الخلوف بضم الخاء تغير رائحة الفم بسبب الصيام[32]۔ فقہی اصطلاح میں خلوف کو روزے کی حقیقت اور اس کے آثار میں شمار کیا جاتا ہے، اور فقہاءؒ نے اس بنیاد پر مسواک اور خوشبو کے بعض مسائل پر گفتگو کی ہے۔

لفظ صخب کی لغوی تحقیق: لفظ صخب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ص خ ب ہے اور اس کا استعمال شور و غوغا اور بلند آواز کے معنی میں ہوتا ہے۔ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں: الصخب اختلاط الاصوات وارتفاعها[33]۔ صخب آوازوں کے باہم مل جانے اور ان کے بلند ہونے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ فرماتے ہیں: الصخب الضجيج ورفع الصوت[34]۔ صخب شور و غوغا اور آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں: الصخب شدة الصوت وكثرته[35]۔ صخب آواز کی شدت اور اس کی کثرت کو کہا جاتا ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ کہتے ہیں: الصخب يقال لهيجان الاصوات عند الخصومة أو اللعب[36]۔ صخب جھگڑے یا کھیل کے وقت آوازوں کے جوش کو کہا جاتا ہے۔ لغوی استعمال کے بعد حدیث و شریعت میں بھی لفظ صخب آیا ہے اور اسے ناپسندیدہ وصف کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہیں: وليس بفظ ولا غليظ ولا صخاب في الأسواق[37]۔ آپ ﷺ نہ سخت مزاج تھے، نہ درشت، اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ مسند احمد میں ہے: ولا صخاب في الأسواق ولا يدفع بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويصفح[38]۔ آپ ﷺ بازاروں میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں: الصخاب في الأسواق هو رفع الصوت بالخصومات

والمماراة [39]۔ بازاروں میں جھگڑوں اور بحث کے وقت آواز بلند کرنا صخب ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: الصخاب المذموم هو الذي يكون على وجه الأذى وسوء الخلق [40]۔ وہ صخب مذموم ہے جو اذیت اور بد اخلاقی کے ساتھ ہو۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں: رفع الصوت والصخب من أخلاق السفهاء [41]۔ آواز بلند کرنا اور شور مچانا نادان لوگوں کی عادت ہے۔

لفظ صفدت کی لغوی تحقیق: لفظ صفدت عربی زبان میں مادہ ص ف د سے مشتق ہے۔ لغت میں اس مادہ کے بنیادی معانی باندھنے، قید کرنے اور بیڑی ڈالنے کے آتے ہیں۔ ابن منظورؒ افریقی، لکھتے ہیں: الصفد القيد والاغلال [42]۔ صفد سے مراد قید اور بیڑیاں ہیں۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں: صفده يصفده صفدا اشده بالقيد [43]۔ صفد کا معنی کسی کو قید سے مضبوطی سے باندھ دینا ہے۔ مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں: الصفد هو الشد بالقيود [44]۔ صفد قیدوں کے ساتھ جکڑنے کو کہتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے صفدت کا اطلاق جسمانی طور پر باندھنے، جکڑنے یا آزادی سلب کرنے پر ہوتا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ میں لفظ صفدت رمضان المبارک کے فضائل کے بیان میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب النار وصفدت الشياطين [45]۔ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اسی مفہوم کی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے: فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب النار وصفدت الشياطين [46]۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔ امام نوویؒ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معنی صفدت الشیاطین ای شدت بالقیود [47]۔

صفدت الشیاطین کا معنی یہ ہے کہ شیاطین کو قیدوں کے ساتھ جکڑ دیا جاتا ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: المراد بصفدت الشياطين قلة تمكنهم من اغواء المؤمنين [48]۔ صفدت الشیاطین سے مراد یہ ہے کہ مومنوں کو بہکانے پر شیاطین کی قدرت کم کر دی جاتی ہے۔

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ لغوی طور پر صفدت کا معنی باندھنا اور قید کرنا ہے، جبکہ اصطلاحِ حدیث میں اس سے مراد شیاطین کو جکڑ دینا اور ان کے اثر کو محدود کر دینا ہے، خصوصاً ماہِ رمضان میں۔

لفظ مردة کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق: لفظ مردة عربی زبان میں مادہ م ر د سے ماخوذ ہے، جس کا بنیادی مفہوم سرکشی، سختی اور نافرمانی ہے۔ لغت میں یہ لفظ خاص طور پر سرکش جنات اور شیاطین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظورؒ افریقی لکھتے ہیں: المارد العاتي الشديد من الجن والانس [49]۔ مارد جنوں اور انسانوں میں سے سخت اور سرکش کو کہتے ہیں۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں:

المردة العتاة من الجناس[50]۔ مردۃ جنوں میں سے سرکشوں کو کہا جاتا ہے۔ مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں: المارد هو الخارج عن الطاعة [51]۔ مارد اس کو کہتے ہیں جو اطاعت سے نکل جائے۔ لغوی طور پر مردۃ ایسے افراد یا مخلوقات کو کہا جاتا ہے جو حد سے زیادہ سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا ہوں۔ حدیثِ نبوی ﷺ میں لفظ مردۃ شیاطین کے ایک خاص طبقے کے لیے آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا كان اول ليلة من رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن[52]۔ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اسی مفہوم کی روایت مسند احمد میں بھی آیا ہے: صفدت الشياطين ومردة الجن[53]۔ شیاطین اور سرکش جنات باندھ دیے جاتے ہیں۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں: المردة هم العتاة المتمردون من الشياطين[54]۔

مردۃ سے مراد شیاطین میں سے انتہائی سرکش ہیں۔ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: تخصيص المردة لزيادة شرهم وقوة اغوائهم[55]۔ مردۃ کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ ان کی شرارت اور گمراہ کرنے کی زیادہ قوت ہے۔

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ لغوی طور پر مردۃ سرکش اور نافرمان کو کہا جاتا ہے، جبکہ اصطلاحِ حدیث میں اس سے مراد شیاطین اور جنات کا وہ طبقہ ہے جو انتہائی سرکشی اور شدید گمراہی پھیلانے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور ماہِ رمضان میں خاص طور پر ان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

لفظ تغل کی لغوی تحقیق: لفظ تَغُلّ عربی مادہ غ ل ل سے ماخوذ ہے۔ اس مادہ کے بنیادی معانی میں خیانت کرنا، مال میں چھپ کر کمی کرنا، مالِ غنیمت میں بددیانتی کرنا، دل میں کینہ اور فساد رکھنا شامل ہیں۔ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں: الغل الخيانة في المغنم وكل خيانة غل [56]۔ غل سے مراد مالِ غنیمت میں خیانت کرنا ہے، اور ہر قسم کی خیانت کو غلول کہا جاتا ہے۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں: والغل اخذ الشيء خفية[57]۔ غل کے معنی کسی چیز کو چھپ کر لینے کے ہیں۔ اسی طرح زبیدیؒ لکھتے ہیں: الغل ضد الصفاء ويكون في الصدر[58]۔ غل صفائی کے خلاف ہے اور یہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔

حدیثی اصطلاح میں تغل کی وضاحت: حدیث اور فقہ کی اصطلاح میں تَغُلّ سے مراد مالِ غنیمت یا اجتماعی مال میں خیانت کرنا ہے، جو کبیرہ گناہ ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے: من غل جاء بما غل يوم القيامة[59]۔ جو شخص خیانت کرے گا، وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کی ہوئی چیز لے کر آئے گا۔ اسی طرح مسند امام احمد میں روایت ہے: ان الغلول عار ونار وشنار[60]۔ بے شک غلول (خیانت) رسوائی، آگ اور عیب ہے۔

فقہی اصطلاح میں تغل: فقہاءؒ کے نزدیک تَغُلّ سے مراد بیت المال، وقف، مالِ غنیمت یا امانت میں دانستہ خیانت کرنا ہے۔

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں: الغلول هو الخيانة في مال المسلمين[61]۔ غلول مسلمانوں کے مال میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔ **ابن حجر ہیتمیؒ لکھتے ہیں:** التغلل من الكبائر لورود الوعيد فيه[62]۔ تغلل کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

لفظ مذقۃ کی لغوی تحقیق: عربی لغت میں لفظ مذقۃ مادہ مذق سے ماخوذ ہے۔ ابن منظورؒ لکھتے ہیں: والمذق خلط الشراب بالماء، والمذقة اللبن يمذق بالماء فيشرب [63]۔ مذق سے مراد پینے کی چیز کو پانی کے ساتھ ملانا ہے، اور مذقۃ اس دودھ کو کہتے ہیں جس میں پانی ملا کر اسے پیا جائے۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں: المذق خلط اللبن بالماء، والمذقة اللبن الممذوق[64]۔ مذق دودھ کو پانی کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں، اور مذقۃ وہ دودھ ہے جس میں پانی ملا دیا گیا ہو۔ زبیدیؒ تاج العروس میں لکھتے ہیں: والمذقة الشراب الذي يخلط بالماء ضعيفا[65]۔ مذقۃ اس مشروب کو کہتے ہیں جسے پانی کے ساتھ ملا کر کمزور کر دیا جائے۔

اصطلاحی تحقیق حدیث کی روشنی میں: حدیث میں لفظ مذقۃ کمزور اور پانی ملے ہوئے مشروب کے معنی میں آیا ہے، جس سے کراہت یا ناپسندیدگی مراد لی گئی ہے۔ سنن ابی داود میں روایت ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المذقة[66]۔ رسول اللہ ﷺ نے مذقۃ (پانی ملا کر کمزور کیے ہوئے مشروب) سے منع فرمایا۔ حافظ ابن الاثیرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: المذقة اللبن يخلط بالماء، وكانوا يعدونه من شراب الفقراء[67]۔ مذقۃ وہ دودھ ہے جس میں پانی ملایا جاتا ہے، اور عرب اسے فقراء کا مشروب سمجھتے تھے۔

حسوات کی لغوی تحقیق: حسوات حسوۃ کی جمع ہے، اور اس کا مادہ حسو ہے۔ ابن منظورؒ لکھتے ہیں: الحسوة الجرعة القليلة من الماء أو اللبن[68]۔ حسوۃ پانی یا دودھ کے تھوڑے سے گھونٹ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں: الحسوة المرة الواحدة من الشرب، والجمع حسوات [69]۔ حسوۃ پینے کی ایک بار (ایک گھونٹ) کو کہتے ہیں، اور اس کی جمع حسوات آتی ہے۔ زبیدیؒ لکھتے ہیں: الحسوة القليل من الشراب يحسوه الإنسان [70]۔ حسوۃ اس تھوڑی مقدار کو کہتے ہیں جو انسان پینے میں لے۔

اصطلاحی تحقیق حدیث کی روشنی میں: احادیث میں حسوۃ اور حسوات کا استعمال حقیقی معنی میں آیا ہے، یعنی تھوڑا سا گھونٹ، جس سے قلت اور کمی کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے: لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة ما طمع بجنته أحد، ولو يعلم الكافر ما عند الله من الرحمة ما قنط من جنته أحد، ولو أعطي أحدكم الدنيا كلها ثم لم يعط إلا حسوات من ماء [71]۔ اگر مومن کو اللہ کے عذاب کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت کی امید نہ رکھے، اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے مایوس نہ ہو، اور

اگر تم میں سے کسی کو پوری دنیا دے دی جائے پھر اسے پانی کے چند گھونٹ ہی دیے جائیں۔ ابن الاثیرؒ اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:الحسوة القليل من الماء يشرب دفعة واحدة[72]۔ حسوۃ پانی کی وہ تھوڑی مقدار ہے جو ایک ہی دفعہ پی لی جائے۔

لغوی اور حدیثی استعمال کی روشنی میں **حسوات** کا اطلاق ایسی **قلیل** مقدار پر ہوتا ہے جو پینے میں لی جائے، خصوصاً چند گھونٹ۔ شریعت کی نصوص میں یہ لفظ قلت، کمی اور حقارتِ مقدار کے اظہار کے لیے آیا ہے، جس سے دنیا کی بے ثباتی یا کسی چیز کی حقیر مقدار کو واضح کرنا مقصود ہوتا ہے۔

لفظ أربۃ کی لغوی تحقیق: مادہ **أرب** سے ماخوذ ہے، اور اس کے متعدد لغوی معانی بیان کیے گئے ہیں، جن میں حاجت، خواہش، مقصد اور عقل و فہم شامل ہیں۔ علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں:الارب الحاجة، ويقال فلان له أربة أي له عقل وحذق[73]۔ ارب سے مراد حاجت ہے، اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص صاحبِ أربۃ ہے، یعنی وہ عقل اور فہم رکھتا ہے۔ فیروزآبادیؒ لکھتے ہیں:الاربالحاجة والمراد، والاربة العقل[74]۔ ارب حاجت اور مقصد کو کہتے ہیں، اور أربۃ عقل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ **اسی طرح مرتضی** زبیدیؒ تاج العروسؒ میں لکھتے ہیں:الارب الحاجة، والاربة كيس العقل وجودة الفهم[75]۔ ارب حاجت کو کہتے ہیں، اور أربۃ ذہانت، عقل کی تیزی اور اچھے فہم کے معنی میں آتا ہے۔

اصطلاحی تحقیق قرآن وحدیث کی روشنی میں: قرآن مجید میں لفظ أربۃ خاص معنی کے ساتھ استعمال ہوا ہے، جس سے اصطلاحی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**(غير اولي الاربة من الرجال)**[76]۔ عورتوں کے پاس آنے میں) ایسے مرد جو خواہشِ شہوت نہیں رکھتے۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:غير اولي الاربة أي لا شهوة لهم في النساء[77]۔ غیر اولي الاربۃ سے مراد وہ مرد ہیں جن میں عورتوں کی طرف شہوت نہیں ہوتی۔ حدیث میں بھی یہ لفظ اپنے لغوی معنی کے قریب استعمال ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:كان يدخل علي رجل من غير اولي الاربة[78]۔ میرے پاس ایک ایسا مرد آیا کرتا تھا جو غیر اولی الاربۃ میں سے تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:المراد بغير اولي الاربة من لا حاجة له في النساء[79]۔ غیر اولي الاربۃ سے مراد وہ شخص ہے جسے عورتوں کی حاجت اور رغبت نہ ہو۔

خلاصہ بحث:

زیرِ نظر تحقیق میں مشکوۃ المصابیح کی کتاب الصوم سے کتاب البیوع تک وارد غریب الفاظ کا لغوی، اصطلاحی اور حدیثی مصادر کی روشنی میں تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا۔ تحقیق کے دوران یہ حقیقت واضح ہوئی کہ غریب الحدیث کا علم

فہمِ حدیث کا ایک بنیادی اور ناگزیر شعبہ ہے، کیونکہ احادیثِ نبویہ ﷺ میں وارد بہت سے الفاظ زمانے کے گزرنے کے ساتھ عام استعمال سے نکل گئے یا ان کے معانی میں تغیر پیدا ہو گیا، جس کی وجہ سے ان کی درست مراد تک رسائی صرف لغوی و حدیثی مصادر کی مدد سے ممکن ہوتی ہے۔

اس تحقیق میں ہر غریب لفظ کی تخریج، لغوی تحقیق، ائمہ لغت و غریب الحدیث کی آراء، شراحِ حدیث کے اقوال اور سیاقِ حدیث کے مطابق راجح معنی کو واضح کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بغوی رحمہ اللہ نے مشکوۃ المصابیح میں احادیث کے انتخاب میں نہایت دقیق علمی ذوق کا مظاہرہ کیا ہے، جبکہ ان احادیث کے فہم کے لیے غریب الفاظ کی تحقیق ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہوا کہ ابو عبید قاسم بن سلام، ابن قتیبہ، خطابی، ہروی، زمخشری، ابن الاثیر، ابن منظور، زبیدی اور دیگر ائمہ کی تصانیف آج بھی غریب الحدیث کی تحقیق میں بنیادی مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حواشی

[1] ۔ افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، طبعہ ثالثہ، 1414ھ / 1993، ج1، ص637

[2] ۔ ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النهاية في غريب الحديث والأثر، دار الكتب العلمية، بیروت، 1399ھ / 1979ء ج1، ص18

[3] ۔ الخطابی، حمد بن محمد، غریب الحدیث، دار الفکر، بیروت، 402ھ / 1982ء، ج1، ص71

[4] ۔ سیوطی، عبدالرحمن ب ابی بکر، تدربي الراوي في شرح تقريب النواوي، دار طيبة، رياض، 1426ھ / 2005ء، ج2، ص193

[5] ۔ اب الجوزی، عبدالرحمن ب علی، مناقب الإمام أحمد، دار الكتب العلمية، بیروت، 1409ھ / 1989، ص222

[6] ۔ خطابی، احمد بن محمد، غریب الحدیث، دار الفکر، 1402ھ / 1982ء، ج1، ص74

[7] ۔ ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النهاية في غريب الحديث والأثر، دار الكتب العلمية، بیروت، 1399ھ / 1979ء ، ج1، ص18

[8] ۔ سیوطی، تدریب الراوی، ج2، ص194

[9] ۔ حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبداللہ، كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، دار احياء التراث العربي، بیروت، 1360ھ / 1941ء، ج2، ص1698

[10] ۔ ایضا

[11] ۔ ایضا

[12] ۔ ایضا

[13] ۔ القاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، طبعہ اولی، 1422ھ / 2002ء ،ج 1، ص40

[14] ۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ج 1، ص 41

[15] ۔ دہلوی، عبد الحق بن سیف الدین، اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ المصابیح، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1435ھ / 2014ء، ج 1، ص 7

[16] ۔ لکھنوی، محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم، التعلیق الممجد علی موطا محمد، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد دکن، 1349ھ / 1930ء، ج 1، ص 9

[17] ۔ افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، طبعہ ثالثۃ، 1414ھ / 1993ء، دار صادر، بیروت، ج 11، ص 345

[18] ۔ الزبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الھدایۃ، 1422ھ / 2001ء، ج 16، ص 478

[19] ۔ مجد الدین، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، طبعۃ ثالثۃ، 1426ھ / 2005ء، ج 3، ص 347

[20] ۔ ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمن، معرفۃ انواع علوم الحدیث (مقدمۃ ابن صلاح) دار الفکر، بیروت، 1406ھ / 1986ء، ج 1، ص 56

[21] ۔ ابن منظور، لسان العرب، ج 14، ص 322

[22] ۔ فیروز آبادی، القاموس المحیط، ج 4، ص 242

[23] ۔ زبیدی، تاج العروس، ج 38، ص 338

[24] ۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، دمشق، طبعہ خامسہ، 1414ھ / 1993ء، باب الریان للصائمین، ج 2، ص 671، رقم 671

[25] ۔ امام مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، مکتبہ عیسی، قاہرہ، 1374ھ / 1955ء، کتاب الصیام، ج 2، ص 808،

[26] ۔ امام نووی، یحی بن شرف، شرح النووی، دار احیاء التراث، بیروت، طبعہ ثانیہ، 1392ھ / 1972ء، ج 7، ص 194

[27] ۔ ابن منظور، لسان العرب، ج 9، ص 86

[28] ۔ فیروز آبادی، القاموس المحیط، ج 1، ص 1064

[29] ۔ زبیدی، تاج العروس، ج 9، ص 297

[30] ۔ امام بخاری، صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، ج 2، ص 29

[31] ۔ امام نووي، شرح صحیح مسلم، ج 7، ص 205

[32] ۔ عسقلاني، احمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفة، بيروت، سن اشاعت 1379ھ /1959، ج4، ص118

[33] ۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج1، ص543

[34] ۔ فیروز آبادی، قاموس المحیط، ج1، ص185

[35] ۔ زبیدی، تاج العروس، ج3، ص97

[36] ۔ اصفہانی، مفردات القرآن، ص282

[37] ۔ امام بخاری، صحیح بخاری، ج6، ص569، کتاب المناقب، باب صفة النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم 3560

[38] ۔ امام حنبل، احمد بن محمد، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ /2000ء، ج11، ص502، رقم 6678

[39] ۔ امام نووی، شرح صحیح مسلم، ج15، ص85

[40] ۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج6، ص671

[41] ۔ امام غزالی، محمد بن محمد، إحياء علوم الدين، دار المعرفة، بيروت، 1406ھ /1985، ج3، ص134

[42] ۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج3، ص255

[43] ۔ فیروز آبادی، القاموس المحیط، ج1، ص379

[44] ۔ مرتضی زبیدی، تاج العروس، ج9، ص189

[45] ۔ امام بخاری، صحیح بخاری، ج3، ص27، کتاب الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان، رقم 1899

[46] ۔ امام مسلم، صحیح مسلم، ج2، ص758، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان، رقم 1079

[47] ۔ امام نووی، شرح صحیح مسلم، ج7، ص186

[48] ۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج4، ص114

[49] ۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج3، ص399

[50] ۔ فیروز آبادی، القاموس المحیط، ج1، ص411

[51] ۔ مرتضی زبیدی، تاج العروس، ج9، ص329

[52] ۔ امام ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء /1418، ج3، ص68، کتاب الصوم، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، رقم 682

[53] ۔ امام احمد، مسند احمد، ج14، ص147، رقم 8844

[54] ۔ امام نووی، شرح صحیح مسلم، ج7، ص186

[55] ۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج4، ص114

[56] ۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج11، ص472

[57] ۔ فیروز آبادی، قاموس المحیط، ج4، ص53

[58] ۔ زبیدی، تاج العروس، ج28، ص330

[59] ۔ امام مسلم، صحیح مسلم، ج3، ص146، کتاب الإمارۃ، باب تحریم الغلول، رقم 1831

[60] ۔ امام احمد، مسند احمد، ج4، ص342، رقم 16955

[61] ۔ امام نووی، شرح صحیح مسلم، ج12، ص219

[62] ۔ ہیتمي، احمد بن محمد، الزواجر عن اقتراف الکبائر، دار الفکر، 1407ھ /1987ء، جلد 1، صفحہ 252

[63] ۔ ابن منظور، لسان العرب، ج10، ص308

[64] ۔ فیروز آبادی، قاموس المحیط، ج3، ص233

[65] ۔ مرتضی زبیدی، تاج العروس، ج22، ص112

[66] ۔ امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، دار الرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ /2009ء، ج4، ص84، کتاب الأشربۃ، باب في کراھیۃ المذقۃ، رقم 3723

[67] ۔ ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النھایۃ في غریب الحدیث والأثر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1399ھ /1979ء، ج4، ص294

[68] ۔ ابن منظور، لسان العرب، ج14، ص176

[69] ۔ فیروز آبادی، قاموس المحیط، ج4، ص311

[70] ۔ مرتضی زبیدی، تاج العروس، ج38، ص87

[71] ۔ امام مسلم، صحیح مسلم، ج4، صفحہ 2163، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب في سعۃ رحمۃ اللہ تعالی، رقم 2755

[72] ۔ ابن الاثیر، النھایۃ، ج1، ص431

[73] ۔ ابن منظور، لسان العرب، ج1، ص180

[74] ۔ فیروزآبادی، قاموس المحیط، ج1، ص63 مادہ، أرب

[75] ۔ مرتضی زبیدی، تاج العروس، ج2، ص271

[76] ۔ سورۃ النور: 31

[77] ۔ ابن کثیر، اسمعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبۃ للنشر، ریاض، طبعہ ثانیہ، 1420ھ /1999ء، ج6، ص41

[78] ۔ امام بخاری، صحیح بخاری، ج7، ص37، کتاب النکاح، باب دخول غیر اولي الاربۃ علی النساء، رقم 5236

[79] ۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج9، ص335